قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 15 مئی 2021ء | 02 شوال 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:115

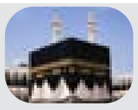

ارشاد باری تعالیٰ

كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ

(آل عمران:111)

ترجمہ:۔تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہے۔تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

’’ہم لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، بہترین لوگ ہیں۔ اور اب جبکہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبریوں کے مطابق آنے والے مسیح اور مہدی کو بھی مان لیا ہے جس نے اسلام کی بھولی ہوئی تعلیم کو دوبارہ ہم میں رائج کیا تو اس مسیح موعود کو ماننے کے بعد ہم یقیناً بہترین لوگ ہیں۔کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک تمام انبیاء کو مان کر اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کا اعلان کیا ہے تو اس اعلان کے بعد ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس اعلان کے ساتھ کہ ہم احمدی مسلمان ہیں ہماری ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بہترین امت کہلاتے ہو اس لئے کہ دوسروں تک تم نیکیوں کا پیغام پہنچاتے ہو اور ان کو برائیوں سے روکتے ہو۔ اور دوسروں کے بارے میں بھی ہمیشہ نیک سوچ رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اچھے لوگ اس لئے ہو کہ صرف اپنے متعلق یا اپنے بیوی بچوں کے متعلق نہیں سوچتے یا اپنے خاندان کے متعلق یا اپنے قبیلے سے متعلق یا صرف اپنے ملک کے لوگوں کے متعلق نہیں سوچتے، بلکہ یہ سوچ رکھتے ہو کہ کوئی شخص چاہے وہ کسی خاندان کا ہو، کسی قبیلے کا ہو، کسی ملک کا ہو تم نے ہر ایک سے نیکی کرنی ہے اور ہر ایک کا دل جیتنا ہے۔اور یہ تم پر فرض ہے کہ اس دل جیتنے کے لئے کبھی کسی سے کسی قسم کی برائی نہیں کرنی، بلکہ تمہارے ہر عمل سے محبت ٹپکتی ہو۔اور یہ سب کام تم نے اس لئے کرنے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کے بغیر تمہارا اللہ تعالیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔تو دیکھیں بہترین امت اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے نہیں بنایا کہ ہم مسلمان ہو گئے۔جس طرح بہت سے مسلمانوں کو آپ دیکھتے ہیں، جن سے اگر تم پوچھو کہ مسلمان ہو تو کہتے ہیں کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں۔لیکن اگر ان کے عمل کو دیکھو تو نظر آئے گا کہ شیطان بھی ان لوگوں سے دور بھاگتا ہے۔تو امت مسلمہ کا بہترین فرد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نیک عمل کرو اور برائیوں کو چھوڑو۔ جب اپنے عمل ایسے بناؤ گے تبھی تم دوسروں کو نیکیوں کا حکم دے سکتے ہو اور برائیوں سے روک سکتے ہو۔‘‘

(خطبہ جمعہ 6/ مئی 2005ء)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف کرو اور تم ضرور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرو۔ ورنہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ اور عذاب نازل ہونے کے بعد تم دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

(ترمذی۔ابواب الفتن۔باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بندے کے دل میں ایمان اور کفر جمع نہیں ہو سکتے اور نہ سچائی اور کذب بیانی اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دیانت داری اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

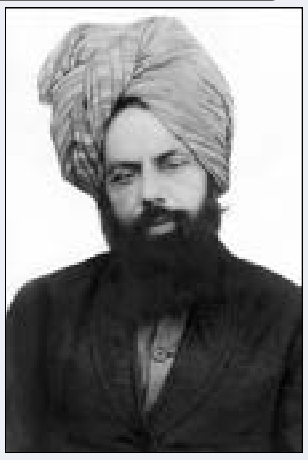

غیبت کی حقیقت

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے برا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تُو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا (الحجرات:13) اس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان میں غیبت کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو یہ آیت بیکار جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہّر ہونا تھا اور ان سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی؟۔ بات یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے۔بعض کمزور ہیں جیسے سخت بیماری سے کوئی اٹھتا ہے۔بعض میں کچھ طاقت آ گئی ہے۔ پس چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے۔ اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء و قدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سردست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے۔ بلکہ لکھا ہے اَلۡقُطۡبُ قَدۡ یَزۡنِیۡ، قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے۔ کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لئے وہ پوری کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ (البلد:18) کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مَرۡحَمَۃ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کی جاوے۔ دعا میں بڑی تاثیر ہے۔ اور وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ایک کے عیب کو بیان تو سَو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا۔عیب کسی کا اس وقت بیان کرنا چاہئے جب پہلے کم از کم چالیس دن اس کے لئے رو رو کر دعا کی ہو.خدا تعالیٰ تو جان کر پردہ پوشی کرتا ہے مگر ہمسایہ کو علم نہیں ہوتا اور شور کرتا پھرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ستّار ہے۔ تمہیں چاہئے کہ تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰہ بنو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیب کے حامی بنو بلکہ یہ کہ اشاعت اور غیبت نہ کرو کیونکہ کتاب اللہ میں جیسا آ گیا ہے تو یہ گناہ ہے کہ اس کی اشاعت اور غیبت کی جاوے۔ شیخ سعدیؒ کے دو شاگرد تھے۔ ایک ان میں سے حقائق و معارف بیان کیا کرتا تھا۔ دوسرا جلا بھنا کرتا تھا۔ آخر پہلے نے سعدی سے بیان کیا کہ جب مَیں کچھ بیان کرتا ہوں تو دوسرا جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا اور تُو نے غیبت کی۔غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہیں سکتا جب تک رحم، دعا، ستّاری اور مَرۡحَمَۃ آپس میں نہ ہو‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 60-61 ایڈیشن 1988)

اس شمارہ میں

- عید کی منظوم مبارک باد (منظوم)
- کانوں کی افادیت
- اعجاز القرآن
- یاد رفتگاں

دربارِ خلافت

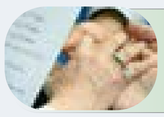

’’درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کی جاوے‘‘۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر ایک مجلس میں جو لاہور میں ہی تھی آپ نے فرمایا کہ ’’درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کی جاوے‘‘۔ (اپنے اخلاق درست کرو۔ اُس کے بعد دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔) ’’ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسّر ہو کہ جس قدر اندرونی آلودگیاں ہیں اُن سب سے الگ ہو کر ایک مصفّٰی قطرہ کی طرح بن جاوے۔ جب تک یہ حالت میسّر نہ ہو گی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے۔ لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا (النازعات: 6) کہہ کر قرآن شریف میں قسم بھی کھائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کرے گا اور تدبیر سے بھی اس طرح کام لے گا کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اُس کو حارج ہیں اُن سب کو ترک کر دے گا اور رسم، عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہو گا تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کر لے گا۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کر کے پھر رہ جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس قدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ دعا کا حق تو اُن سے ادا ہی نہ ہوا تو قبول کیسے ہو؟۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اُس کی شکایت بجا ہو گی؟ ہر گز نہیں۔ جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لے گا تب تک کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ یہی حال دعا کا ہے۔ اگر انسان لگ کر اُسے کرے اور پورے آداب سے بجالاوے۔ وقت بھی میسّر آوے تو امید ہے کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے۔ لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہو گئے) اور صدہا ابھی آئندہ مرنے کو تیار ہیں‘‘۔ (اگر رستے میں چھوڑ دیں گے تو گمراہ ہونے کو تیار رہیں)۔ فرمایا ’’اسی طرح وہ بد اعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں اُن کے ہوتے ہوئے چند دن کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ پھر عُجب، خود بینی، تکبر اور ریاء وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کر دیتے ہیں۔ نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جائے گا۔ اور یہ بجز خدا تعالیٰ کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا (الکہف: 111)۔ عملِ صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو، نہ کبر ہو، نہ نخوت ہو، نہ تکبر ہو، نہ نفسانی اغراض کا حصہ ہو، نہ رُو بخلق ہو‘‘۔ (یعنی لوگوں کی طرف

بقیہ صفحہ 8 پر

عید کی منظوم مبارک باد

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں

دل جان سے اے پیارے امام عید مبارک
باعزت و تکریم و سلام عید مبارک

اے فخر گلستانِ مسیحائے زمانہ
اے نازشِ گُل، عالی مقام عید مبارک

دو لفظ نہیں میرا دھڑکتا ہوا دل ہے
چاہت سے یہ معمور پیام عید مبارک

ہے ساقئ عالم کی مہربانی نے آقا
بخشا ہمیں فرحت کا یہ جام عید مبارک

دے جاتا ہے یہ جاتے ہوئے اہلِ حرم کو
انعامِ خدا، ماہِ صیام عید مبارک

کل شام میں جب چاند نے کی چہرہ نمائی
ہر سُو ہے یہی نعرۂ عام عید مبارک

ہر صبح ہر اک شام ہو خوشیوں کا بسیرا
ہو آپ کے گھر نقشِ دوام، عید مبارک

ہر پل ہوں مرادوں کے ثمر تازہ بتازہ
اور آپ کا جیون ہو مدام عید مبارک

طالب ہے دعاؤں کا یہ کہتے ہوئے آقا
عابدؔ وہی ادنیٰ سا غلام ’’عید مبارک‘‘

(مبارک احمد عابد)

آج کی دعا

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ

(سورۃ آلِ عمران:148)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

یہ قرآن مجید کی ثباتِ قدم اور مخالفین کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کی دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھر ایک دعا سکھائی کہ (مندرجہ بالا دعا) آجکل پاکستان سمیت بعض ملکوں میں احمدیوں کے خلاف جو وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی شوشہ اٹھتا رہتا ہے، محاذ کھڑے ہوتے رہتے ہیں تو ہمیں اس دعا کی طرف بھی بہت توجہ دینی چاہئے تا کہ ثبات قدم بھی رہے ہم اپنے دین پر قائم بھی رہیں اور مخالفین کے خلاف اللہ تعالیٰ مدد بھی فرماتا رہے۔

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ:497،خطبہ جمعہ 29/ ستمبر 2006ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

کانوں کی افادیت

رَبَّنا مَا خَلَقْتَ ھٰذَ ا بَا طِلاً کے تحت انسان کے تمام اعضاء انسان کے اپنے لئے اور مخلوقِ خدا کے لئے مفید ہیں اور ان کے غلط اور غیر محل استعمال پر وہ پوچھے جائیں گے۔ ان اعضاء میں سے ایک عضو ”کان“ ہے۔ جو انسانی تخلیق میں سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون آیت 79 میں فرمایا ہے:۔ ھُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ۔ ترجمہ: کہ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے۔۔ اور بچے کی پیدائش کے معاً بعد کان میں اذان اور اقامت کہنے کا حکم ہے اور گڑتی کے لئے زبان کا استعمال بعد میں آتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”ارتقائی منازل میں سب سے پہلے قوت شنوائی عطا ہوئی تھی اور اس کے بعد بصارت اور پھر وہ دل انسان کو عطا کئے گئے جو گہری بصیرت رکھتے ہیں“۔

(تعارف سورۃ المومنون 578)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور احادیث میں بھی بعض جگہوں پر قوت سماعت وشنوائی کو قوت بینائی پر فوقیت دی ہے۔ احادیث میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاں اللہ تعالیٰ کی 99 صفات کا ذکر فرمایا ہے وہاں بھی صفت السمیع، صفت البصیر سے پہلے بیان ہوئی ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب جامع الدعوات)

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بُتوں کا ذکر فرمایا وہاں بھی ان کے بارے میں لکھا کہ: لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ (مریم:43) کہ وہ بُت سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔

اسی طرح سورۃ مریم میں ہی جہاں یوم حساب سے انکار کرنے والوں کا ذکر ہے وہاں اَسۡمِعۡ بِہِمۡ وَ اَبۡصِرۡ کے الفاظ درج ہیں کہ اس دن ان کی قوت شنوائی بہت تیز ہوگی اور نظریں بھی بہت تیز ہونگی۔ (مریم: 39)

اللہ تعالیٰ مومنوں کی اطاعت کے سلسلہ میں سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کا حکم سُن لیا ہے اور ہم اس کے دل سے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان دونوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ”تم ڈرو نہیں۔ یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ اَسۡمَعُ وَ اَرٰی کہ میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ (سورۃ طٰہٰ:47)

کانوں کی دوسرے اعضاء بالخصوص آنکھوں اور زبان پر فوقیت کا ذکر ہو رہا ہے۔ احادیث کا مطالعہ کریں تو آنحضور ﷺ کا ایک وعظ ملتا ہے جو آپ نے فجر کی نماز کے بعد صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جسے صحابہ نے سن کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے تھا کہ اُوۡصِیۡکُمۡ بِتَقۡوَی اللّٰہِ وَالسَّمۡعَۃِ وَالۡاِ طَاعَۃِ (ترمذی کتاب العلم) کہ آنحضور ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے بات سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اسی طرح آنحضور ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا تھا۔ میں بھی تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔

جماعت کے ساتھ رہو۔

امام وقت کی باتیں سنو۔

اس کی اطاعت کرو۔

دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑے تو وطن چھوڑ دو۔

اور اللہ کے رستہ میں جہاد کرو۔

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمن ص 226)

آنحضور ﷺ نے ظاہری و باطنی بیماریوں سے بچنے کے لئے جو دعا سکھلائی ہے اس کے بھی الفاظ ہیں۔ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الصَّمَمِ وَالۡبُکۡمِ کہ میں بہرے اور گونگے پن سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(مستدرک حاکم کتاب الدعاء جلد 1 ص 531)

الغرض اطاعت کا کانوں کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ وعظ و نصیحت اور خطبات و دروس وغیرہ کانوں سے سُنے جاتے ہیں۔ اور پھر ان نیک باتوں کو عملی شکل پہنائی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں بہت وضاحت کے ساتھ امام وقت کی باتیں سُن کر عملی جامہ پہنانے کی تلقین ہے۔ خلیفہ وقت کے خطبات، خطابات باقاعدگی اور پوری مستعدی سے سُن کر اُن تمام باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ آج کل حضور پر نور ایدہ اللہ تعالیٰ مختلف ممالک کے احمدی عہدیداران اور احباب جماعت سے ورچوئل ملاقاتیں فرما رہے ہیں جو ایم ٹی اے پر نشر ہوتی ہیں ان کو باقاعدگی سے سنیں۔ ان میں بہت ہی چھوٹی چھوٹی باتیں قابل تقلید ملتی ہیں جیسے حال ہی میں آسٹریلیا جماعت کے عہدیداران سے ورچوئل ملاقات میں مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے عائلی اور رشتہ ناطہ کی مشکلات کا ذکر فرمایا جس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ:۔

میرے خطبات، تقاریر خاص طور پر لجنہ کی تقاریر غور سے سنیں، خدام سے بھی بیان کرتا ہوں، انصار کو بھی خطبات میں ذکر کرتا رہتا ہوں۔ دراصل صبر و حوصلہ کم ہو گیا ہے۔ لڑکے کی بھی غلطیاں ہوتی ہیں اور لڑکی کی بھی۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کی اس بات کو یاد نہیں رکھتے کہ جب رشتے کرو تو دین کو دنیا پر ترجیح دیا کرو۔ مادیت کا اثر ہمارے معاشرے میں بھی ہو رہا ہے۔ اس لئے جماعتی نظام اور ذیلی تنظیموں کو تربیت کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ (خلاصہ)

بہت سے اخلاقیات کا تعلق بھی کانوں سے ہے۔ ارد گرد کے ماحول سے نیکی کی باتیں جو سننے کو ملتی ہیں تو ان پر فوراً عمل کرنے کی فکر ہو تو اخلاقیات بہتر ہوتے ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہم سمعنا و اطعنا پر عمل کریں اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

جہاں اچھی اور نیک باتیں کانوں میں پڑتی ہیں وہاں بُری اور اخلاقیات کو تباہ کرنے والی باتیں بھی کانوں میں پڑتی ہیں۔ جس طرح آنکھوں کا زنا ہے اسی طرح کانوں کی شہوت اور خیانت ہے۔ گانے اور بے ہودہ کلمات سننے سے بھی اخلاقیات تباہ ہوتے ہیں۔ آج کل سوشل میڈیا پر جو واہیات اور خراب الاخلاق ویڈیو یا میسجز آتے ہیں تو ان کا تعلق جہاں آنکھوں سے ہوتا ہے وہاں کانوں سے بھی سُن کر محظوظ ہوا جاتا ہے۔

غالباً 1992ء یا 1993ء کی بات ہے کہ خاکسار نے قادیان میں جلسہ سالانہ کے دنوں میں ایک انڈین اردو اخبار میں مختصر سا آرٹیکل بعنوان ”دو کان“ پڑھا تھا۔ جس میں مضمون نگار نے لکھا تھا کہ انسان کو دو کان اور ایک زبان ملی ہے مگر وہ اپنے دو کانوں سے بات سنتا کم ہے اور زبان کے ذریعہ باتوں کو آگے زیادہ پہنچاتا ہے۔ اس پر خاکسار نے کان اور دیگر اعضاء کے برمحل استعمال پر اسلامی تعلیمات بیان کی تھیں۔ اسلام نے بھی افواہ سازی کے حوالہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ انسان دو کانوں سے بات سنتا اور بغیر تحقیق کے فوراً آگے پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔ لَیۡسَ الۡخَبۡرُ کَالۡمُعَایِنَۃِ۔ کہ سنی سنائی خبر دیکھی ہوئی بات کے برابر نہیں ہوسکتی۔ ایسے لوگوں کو کانوں کا کچا کہا جاتا ہے۔ الٰہی جماعتوں کی قانون خداوندی کے مطابق مخالفت بھی ہوتی ہے۔ گالیاں بھی سننے کو ملتی ہیں، جو صبر کے ساتھ سُن کر دشمنوں کے حق میں دُعا کر دی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

؎ گالیاں سُن کر دعا دو پاکے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

مقصود احمد منصور مبلغ سلسلہ گیانا

اعجاز القرآن

اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی کو معجزات عطا فرماتا ہے۔ یہ معجزات نبی کے مخالفین کے لئے حجت اور ایمان لانے والوں کے لئے باعثِ تقویتِ ایمان ثابت ہوتے ہیں۔ بعض معجزات وقت کی مناسبت سے وقتی ہوتے ہیں اور صرف نبی کے دَور کے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر سے گزر جانا۔ مگر بعض معجزات نبی کے گزر جانے کے بعد کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اُس نبی کے ماننے والوں کے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں اور مخالفین کے لئے حجت بن جاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئیوں کے معجزے ہوتے ہیں۔ جو سب سے بڑھ کر آنحضور ﷺ کو قرآن مجید کی صورت میں عطا ہوئے ہیں۔ اس کی تفصیلی بحث سے قبل دیکھتے ہیں کہ معجزہ کی تعریف کیا ہے؟ اس کی کتنی اقسام ہوتی ہیں اور اس کی ضرورت کیا ہے؟

معجزے کی تعریف

عربی زبان میں لفظ ’معجزہ‘ کا مادہ ’ع ج ز‘ ہے۔ اس مادہ کے معنی المنجد کی رو سے مندرجہ ذیل ہیں۔

’’قادر نہ ہونا۔ طاقت نہ رکھنا۔ عاجز ہونا۔.....اَلْمُعْجِزَۃ۔ خارق عادت جس کو اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ہاتھ سے ظاہر کردے اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔‘‘

(المنجد۔ صفحہ ۵۴۰)

اس مادہ کے معنی مفرادات امام راغب کی رو سے مندرجہ ذیل ہیں۔

’’عَجزٌ کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونا کے ہیں جب کہ اس کا وقت نکل جا چکا ہو۔ جیسا کہ لفظ اَلدَّبرُ کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ اَلقُدرَۃُ کی ضد ہے۔‘‘

(المفرادات امام راغب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۰۸۔ زیرِ لفظ ع ج ز)

ان دو لغات کو دیکھنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی معجزہ کی تعریف کو دیکھتے ہیں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

’’معجزہ ایسے امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریقِ مخالف اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو۔ جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ جو ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا پس وہ اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے۔۔۔۔ اصلی اور بھاری مقصد معجزہ سے حق اور باطل یا صادق اور کاذب میں ایک امتیاز دکھلانا ہے۔ اور ایسے امتیازی امر کا نام معجزہ یا دوسرے لفظوں میں نشان ہے۔ نشان ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اُس کے بغیر خدائے تعالیٰ کے وجود پر بھی پورا یقین کرنا ممکن نہیں اور نہ وہ ثمرہ حاصل ہونا ممکن ہے کہ جو پورے یقین سے حاصل ہوسکتا ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۲۱۔ براہین احمدیہ جلد پنجم۔ صفحہ ۵۹ تا ۶۰)

ایک اور جگہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ

’’معجزہ سے مراد فرقان ہے جو حق اور باطل میں تمیز کر کے دکھا دے اور خدا کی ہستی پر شاہدِ ناطق ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم، صفحہ ۲۳۶ جدید ایڈیشن)

پس ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کو دنیا میں حق کی تعلیم پھیلانے کے لئے بھیجتا ہے تو اُس کی ہر طرح سے مدد اور نصرت بھی کرتا ہے۔ اگرچہ نبی اور اس کی جماعت پہلے ہی دنیاوی لحاظ سے کمزور ہوتی ہے اور حق کی آواز اٹھانے پر ان کی مخالفت بھی بہت ہوتی ہے۔ مخالفین ہمیشہ بہت مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں۔ جب ان مخالفین کے بالمقابل خدائی نصرت اور مدد نبی اور اس کی جماعت کے لئے آتی ہے جو دنیاوی لحاظ سے کمزور ہوتی ہے تو یہ خدائی نصرت مخالفوں کو عاجز کر دیتی ہے اور دشمن ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

معجزہ کی ضرورت

مذہب میں معجزات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ معجزات سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور نبی کی سچائی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح مومنین کے ایمان مضبوط ہوتے ہیں اور روحانیت زندہ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے مومنین کی جماعت کو معجزات کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ تا کہ اُن کے ایمان و ایقان میں ترقی ہوتی رہے۔ اور بحیثیت جماعت وہ ایک زندہ جماعت بن جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مذہب کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہے کہ

’’یہ تو ظاہر ہے کہ مذہب کی اصلی سچائی خدائے تعالیٰ کی ہستی کی شناخت سے وابستہ ہے۔ سچے مذہب کے ضروری اور اہم لوازم میں سے یہ امر ہے کہ اُس میں ایسے نشان پائے جائیں جو خدائے تعالیٰ کی ہستی پر قطعی اور یقینی دلالت کریں اور وہ مذہب اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہو جو اپنے پیرو کا خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے ہاتھ ملادے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۲۱۔ براہین احمدیہ جلد پنجم۔ صفحہ ۶۰)

اسی طرح معجزات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’جس دین میں زندہ معجزات نہیں وہ دین قائم رہ سکتا ہی نہیں...... مجھ پر الزام لگایا گیا ہے کہ میں معجزات سے منکر ہوں حالانکہ میرا ایمان ہے کہ بغیر معجزات کے زندہ ایمان ہی نصیب نہیں ہوسکتا‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۶۶)

پس دین کے قائم ہونے اور افرادِ جماعت کے ایمان کو قائم کرنے کے لیے معجزات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی ایک خاص بات ہے جس کے ذریعہ انبیا کرام اور ان کی سچی جماعت کی پہچان ہوتی ہے۔

معجزات کی اقسام

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ معجزات کی دو بڑی اقسام ہیں۔ معجزے کی ایک قسم صرف نبی کے زمانے میں ظاہر ہوتی ہے جو ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی اور صرف اس وقت اور اُس واقعہ سے منسلک ہوتی ہے۔ جبکہ معجزے کی دوسری قسم ہمیشہ کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ معجزات کی اقسام کے بارے فرماتے ہیں کہ

’’معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کہ موسیٰؑ کے سوٹے کی طرح فوراً دکھادیئے جاتے ہیں۔ دوسرے علمی رنگی کے معجزات اور غیب پر مشتمل پیشگوئیاں۔ اول الذکر معجزات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے دشمنوں کے منہ بند ہوجاتے ہیں مگر دیر پا اور ہمیشہ کے واسطے نہیں ہوتے بلکہ وہ وقتی ضرورت کے مناسبِ حال ہوتے ہیں پیچھے آنے والی قوموں کے واسطے وہ کوئی حجت اور دلیل نہیں ہوتے کیونکہ ان میں تدبر وفکر کا انسان کو موقعہ نہیں ملتا۔ مگر موخر الذکر معجزات ایسے علمی رنگ میں ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے واسطے اور دیر پا ہوتے ہیں۔ انسان جوں جوں ان میں غور و خوض کرتا ہے توں توں ان کی شوکت اور عظمت بھی بڑھتی جاتی ہے اور جوں جوں بُعدِ زمانی ہوتا جاتا ہے۔ ان کی ضیاء اور شوکت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ان کی عظمت میں فرق نہیں آتا۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات اس قسم ثانی کے ہیں۔ دیکھ لو۔ تیرہ سو برس گذر چکے ہیں۔ زمانہ ترقی کے لحاظ سے معراج پر پہنچ گیا ہے۔ نئے نئے علوم اور طبعیات نکلے مگر آنحضرت ﷺ کی تعلیم کا کوئی نقص کوئی ثابت نہ کرسکا اور نہ ہی آپ کے معجزات کی قدر وعظمت میں فرق آیا بلکہ روز افزوں ان کی عظمت اور شوکت بڑھتی ہی جاتی ہے اور جُوں جُوں نئے نئے علوم نکلتے ہیں، سائنس اور فلسفہ ترقی کرتا جاتا ہے توں توں آپ کی تعلیم کی عظمت اور آپ کے معجزات کی شوکت زیادہ ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5، 1988 ایڈیشن۔ صفحہ 467 تا 468)

حضور ﷺ نے معجزات کی یہ دونوں اقسام دنیا کو دکھائیں۔ اس طرح نہ صرف اپنی زندگی کے مخالفوں کے لئے حجت بنے بلکہ رہتی دنیا کے مخالفوں کے لئے آپ حجت ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی ایک اَور خصوصیت بیان فرماتے ہیں کہ

’’توریت اور قرآن میں یہ بھی ایک فرقِ عظیم ہے کہ قرآن جسمانی اور روحانی خوارق ہر قسم کے اپنے اندر رکھتا ہے۔ مثلاً شق القمر کا معجزہ جسمانی معجزات کی قِسم سے ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول، 1988 ایڈیشن۔ صفحہ ۵۶)

معجزات کی اقسام میں بڑا اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ علمی اور پیشگوئیوں والا معجزہ ہے جو قرآن کریم کی صورت میں ملا ہے۔ قرآن کی معجزانہ تعلیم ہمیشہ ہمیش کے لئے موجود ہے اور یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہے کہ اس کے مقابل پر تمام انبیاء کے معجزات کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس طرح قرآنی معجزے کی افضلیت اور برتری دوسرے تمام مذاہب پر اپنی حجت قائم کر دیتی ہے۔

ایک دوسرے زاویے سے اگر دیکھا جائے تو معجزات کو مزید چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر میں تحریر

فرماتے ہیں:

’’معجزے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک معجزے ہدایت دینے کے لئے اور لوگوں پر حجت تمام کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ ایسے معجزے ہوتے ہیں جن کو دشمن سے بھی منوایا جاسکتا ہے۔ اگر منوایا نہ جاسکے تو وہ حجت کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس جو معجزے حجت کے لئے آتے ہیں وہ ایسی ہی شکل میں آتے ہیں جن کو منوایا جا سکے۔مثلاً قرآن کریم کا معجزہ۔اسی طرح بعض معجزات ایسے ہوتے ہیں۔ جو صرف تقویت ایمان کے لئے ہوتے ہیں اُن کا منوایا جانا ضروری نہیں ہوتا۔ وہ صرف مومنوں کے ازدیاد ایمان کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔...... مثلاً رسول کریم ﷺ کی انگلیوں کے درمیانی سوراخوں سے ایک دفعہ پانی پھوٹ نکلا اور ایک آیت ہوتے ہیں یعنی دشمنوں پر حجت تمام کرنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ معجزے ایسے ہوتے ہیں جنہیں دشمنوں کے سامنے کھلے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور کچھ معجزے ایسے ہوتے ہیں جو ابتلائی ہوتے ہیں اور اُن میں رنج اور کوفت کا پہلو پایا جاتا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ کسی حکمت کے ماتحت اُن کو ظاہر فرماتا ہے۔حضرت مسیح کی بن باپ ولادت بھی ایسے ہی ابتلائی معجزوں میں سے ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم، صفحہ 194)

اس اقتباس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کی چار اقسام ہیں جو مخالفوں اور اپنوں دونوں کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔اور قرآن کریم کا معجزہ مخالفوں کے لئے بطور حجت کے ہمیشہ کے لئے موجود ہے۔

حضور ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام کے معجزات

اگرچہ تمام انبیاء کرام خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور اسلام کے بنیادی عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے ۔ ہر نبی ایک خاص زمانے اور ایک خاص علاقے کے لئے مبعوث ہوا ہے مگر آنحضور ﷺ پوری دنیا اور ہمیشہ کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے معجزات اور دوسرے انبیاء کے معجزات میں بھی فرق ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دنیا میں کُل نبیوں کے معجزات کو بھی اگر اُن کے مقابلہ میں رکھیں، تو میں ایمان سے کہتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر خدا ﷺ کے معجزات بڑھ کر ثابت ہوں گے۔ قطع نظر اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے اور قیامت تک اور اس کے بعد تک کی پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول، صفحہ 274)

اسی طرح حضور ﷺ ایک زندہ نبی ہے اور آپ کی تعلیم اور معجزات بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’الغرض قرآن شریف ایک کامل اور زندہ اعجاز ہے اور کلام کا معجزہ ایسا معجزہ ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پرانا نہیں ہوسکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 27)

’’غرض قرآن شریف بدوں غور و خوض بدوں محو و اثبات اپنے اندر زندگی کی روح رکھتا ہے اور بدوں کسی تنسیق لحاظ یا مقابلہ کے وہ مستقل اعجاز ہے...... سو انسانی فطرت تو تازہ بتازہ نشانات دیکھنا چاہتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 42)

اسی طرح کلام کے معجزہ ہونے کے بارے حضورؑ فرماتے ہیں کہ:

’’کلام کا معجزہ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک چار ہزار برس ہوئے ہیں سوائے قرآن مجید کے اور کسی نے نہیں دکھایا اور نہ کسی نے دیکھا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 507)

قرآن کریم کا معجزہ

جہاں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں حضور ﷺ نے بے شمار معجزات دکھائے وہاں آپ نے قرآن کریم کا معجزہ رہتی دنیا کے لئے چھوڑا۔اس بارے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے۔ اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت ﷺ کے وقت تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 40 2003ء ایڈیشن)

اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم الشان معجزہ ہے جو رہتی دنیا کے لئے ہر قوم کے لئے ایک حجت کے طور پر قائم رہے گا۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں حضرت مسیح موعودؑ نے مندرجہ ذیل دلائل وبراہین دیئے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو جو معجزہ عطا فرمایا ہے، وہ اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم اور اُصولِ تمدن اور اس کی فصاحت و بلاغت کا ہے۔جس کا مقابلہ کوئی انسان ہرگز نہیں کرسکتا اور ایسا ہی معجزہ غیب کی خبروں اور پیشگوئیوں کا ہے۔اس زمانہ کا کوئی شعبدہ بازی کا استاد ایسا کرنے کا ہرگز دعویٰ نہیں کرتا۔‘‘

(ملفوظات جلد اول، صفحہ 258)

’’معجزہ تو علم کا ہی بڑا ہوتا ہے۔حضرت رسول کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہی تھا جو اب تک قائم ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول، صفحہ 440)

ان حوالہ جات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عظیم نے ایک علمی معجزہ اور دوسرا پیشگوئیوں پر مشتمل غیب کے علم کا معجزہ دیا ہے۔ یہ دونوں علوم قرآن کریم میں بڑی فصاحت و بلاغت سے پائے جاتے ہیں۔ اس بارے میں حضورؑ فرماتے ہیں:

’’غرض قرآن شریف حکمت ہے اور مستقل شریعت ہے اور ساری تعلیموں کا مخزن ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کا پہلا معجزہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے اور پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا اس کی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 31)

اسی طرح قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی معجزے سے کم نہیں ہے۔ اُن الفاظ کی ترکیب بھی اپنے اندر ایک معجزہ رکھتی ہے۔حضورؑ اس بارے فرماتے ہیں:

’’یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس میں سارے الفاظ ایسے موتی کی طرح پروئے گئے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ نہیں رکھا جاسکتا اور کسی کو دوسرے لفظ سے بدلا نہیں جا سکتا۔لیکن اس کے باوجود اس کے قافیہ بندی اور فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5، صفحہ 482)

ایک اَور جگہ قرآن کریم کی معجزانہ تعلیم کے بارے حضورؑ فرماتے ہیں:

’’پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے قرآن شریف نہایت روشن مثال ہے کہ بظاہر وہ بھی ایک کلام ہے جیسا کہ انسان کا کلام ہوتا ہے لیکن وہ اپنی فصیح تقریر کے لحاظ سے اور نہایت لذیذ اور مصفّٰی اور رنگین عبارت کے لحاظ سے جو ہر جگہ حق اور حکمت کی پابندی کی التزام رکھتی ہے اور نیز روشن دلائل کے لحاظ سے جو تمام دنیا کے مخالفانہ دلائل پر غالب آگئیں اور نیز زبردست پیشگوئیوں کے لحاظ سے ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے جو باوجود گذرنے تیرہ سو برس کے اب تک کوئی مخالف اس کا مقابلہ نہیں کرسکا اور نہ کسی کو طاقت ہے جو کرے۔ قرآن شریف کو تمام دنیا کی کتابوں سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ معجزانہ پیشگوئیوں کو بھی معجزانہ عبارات میں جو اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت سے پُر اور حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہیں بیان فرماتا ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 21- براہین احمدیہ جلد پنجم۔صفحہ 59 تا 60)

ان تمام حوالہ جات کی روشنی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔قرآن کریم اپنی بناوٹ کے اعتبار سے معجزہ ہے۔قرآن کریم اپنی کامل اور مکمل تعلیم کے لحاظ سے معجزہ ہے۔ قرآن کریم اپنی پیشگوئیوں کی بنا پر معجزہ ہے۔قرآن کریم ایک ہمیشہ رہنے والا زندہ معجزہ ہے کیونکہ یہ تعلیم رہتی دنیا کے لئے ہے، ہر زمانہ کے لئے ہے، ہر قوم کے لئے ہے اور ہر قسم کے حالات کے لئے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم اپنے غیب کے علم کی بناء پر معجزہ ہے۔غیب کے علم میں گزرے ہوئے زمانے سے لے کر آئندہ آنے والے زمانے کی تمام خبریں شامل ہیں۔ بلکہ زندگی کی ابتداء سے انتہا تک کے علوم اس میں پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کی برتری ایسی کامل اور اَن ٹوٹ بن جاتی ہے کہ دنیا کا دوسرا کوئی مذاہب اس کا مقابلہ کر نہیں سکتا۔ اور مرور زمانہ کے باوجود علم الغیب کا معجزہ کبھی ماند نہیں پڑے گا بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہے گا۔قرآن کریم کے عظیم الشان معجزہ ہونے کے باوجود صرف سعادت مند لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین جنہوں نے قرآن کریم کے معجزے سے فائدہ اٹھایا اور آنحضور ﷺ پر ایمان لائے۔ جبکہ ابوجہل جیسے نامراد لوگ اس زندہ معجزہ کو دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ روحانی آنکھوں سے محروم تھے اور اندھے تھے۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم اس عظیم کتاب کے ماننے والے ہیں جس میں زندہ خدا کے زندہ نشان پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

میاں عطاء العلیم لیور پول یوکے اور ایم این احمد غالب

یاد رفتگان

ہمارے پیارے ابا جان مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب

دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہے اور میں اس کے پاک رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہوں کہ جس نے ہمارے والد صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل کامل اور مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ سلام کو بفضل تعالیٰ عین جوانی میں شناخت کرنے کی توفیق بخشی اور خلافت کے آسمانی نظام سے وابستہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ

ترجمہ: اور تو اپنے رب کی نعمت کا ضرور اظہار کرتا رہ۔

ہمارے والد محترم 13 اپریل 1945ء کو اپنے ڈیرہ ٹھہڑی ذیلی موضع دودہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ میرے والد صاحب نے خود تحقیق کر کے بیعت کی۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ 1956ء سے لے کر 1983ء تک ربوہ میں جتنے جلسہ سالانہ ہوئے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے شمولیت اختیار کی ہے۔ کیونکہ ان کے بڑے بھائی مکرم میاں ظہور احمد صاحب مرحوم نے تقریباً 1955ء میں بیعت کی تھی اور ان کے بڑے بھائی ان سے عمر میں تقریباً 16 سال بڑے تھے۔ وہ ان کو ہر جلسہ سالانہ پے ساتھ لے کے آتے تھے۔ والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بڑے بھائی مکرم ظہور احمد مرحوم کا میری ذات پے احسان ہے کہ وہ مجھے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کیلئے تبلیغ کرتے رہتے۔ محترم والد صاحب کو بچپن سے ہی دین سے لگاؤ تھا اور آباء واجداد سے ہی گھر میں علمی ماحول تھا۔ محترم والد صاحب کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ دیگر کتب کے ساتھ ساتھ آپ نے جماعتی کتب اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا اور جیسے جیسے آپ کتب کا مطالعہ کرتے، آپ پر نئے نئے حقائق و معارف کھلتے۔ چنانچہ آپ کا مطالعہ کا شوق مزید بڑھ گیا اور اسی مطالعہ کی برکت سے اور رویاء کی بنا پر آپ نے 17 سال کی عمر میں بیعت کر کے 1962ء میں جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ الحمد اللہ۔

آپ بڑے شوق اور دینی جذبہ سے کتب خریدتے تھے چنانچہ گھر میں ایک لائبریری بھی بنائی ہوئی ہے جس میں صحاح ستہ، روحانی خزائن، کتب خلفاء احمدیت اور دیگر جماعتی کتب موجود ہیں۔ آپ باقاعدگی کے ساتھ روزانہ کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ اکثر رات گئے تک مطالعہ جاری رکھتے اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تو خاکسار (این اے غالب) خاموشی سے وہ کتاب آپ کے ہاتھ سے پکڑ کر لائبریری میں رکھ دیتا۔ اکثر اوقات خاکسار آپ سے پوچھتا کہ یہ کتاب تو آپ پہلے بھی پڑھ چکے ہیں تو آپ فرماتے کہ بار بار پڑھنے سے ہر بار نیا فلسفہ سامنے آتا ہے۔

والد محترم کو الفضل پڑھنے کا انتہائی شوق تھا کیونکہ آپ اکثر جماعتی دورہ جات کیلئے گھر سے باہر رہتے تھے اور ہمیں تاکید کر کے جاتے تھے کہ میرے آنے تک تمام الفضل کو اکٹھا کر کے رکھنا ہے۔ اور

جب بھی دورہ سے واپس تشریف لاتے تو ساری الفضل مانگتے اور ہم سے استفسار کرتے کہ آپ لوگوں نے الفضل کا مطالعہ کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو کوئی ایک بات بتا دیں جو آپ کو یاد ہو۔ کوئی بھی واقعہ یا بات نہ بتانے کی صورت میں پاس بٹھا کر پوری الفضل خود پڑھ کے سناتے۔

ہم بچوں کو اکثر شام کو اپنے پاس بیٹھا کر جماعتی واقعات سنانا ان کا معمول تھا۔ آپ کا واقعات کو پیش کرنے کا رنگ انتہائی سادہ اور پرلطف ہوتا جو دل کی گہرائی تک اثر کرتا۔ جب کسی واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے صحابہ کے واقعہ میں کوئی تکلیف کا ذکر ہوتا تو آپ کی آواز رندہ جاتی اور آنکھوں سے جاری طاری ہو جاتے۔

آپ کو خلافت سے جنون کی حد تک محبت تھی۔ اکثر و بیشتر خلافت کی برکات کے متعلق بڑی تفصیل سے بتایا کرتے تھے۔ خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ نے جو خلافت کی برکات پے خطبات دیے تھے اکثر ہمیں سنایا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں بیعت کی اور آپ کو قصر خلافت میں ڈیوٹی کرنے کا موقع بھی ملا۔

ایک دفعہ خاکسار (میاں عطاء العلیم) نے والد صاحب سے عرض کی کہ یورپ میں اولاد کے ضائع ہونے کے بہت خدشات ہوتے ہیں مجھے نصیحت کریں کہ میری اولاد نیکی کی طرف گامزن رہے۔ اس پر بڑے پرجوش انداز میں کہا کہ جس طرح میں نے تم کو خلافت سے محبت اور اطاعت کرنا سکھائی ہے اسی طرح تم بھی اپنی اولاد کو خلافت سے جوڑ دو تو تمہاری کبھی بھی اولاد ضائع نہیں ہوسکتی۔

جب خاکسار (میاں عطاء العلیم) کو بطور ریجنل قائد خدام الاحمدیہ نارتھ ویسٹ خدمت کی توفیق ملی تو خاکسار نے والد محترم کو تفصیل سے بتایا کہ جس ریجن کا میں قائد بنا ہوں وہ بہت لمبا چوڑا ہے۔ وقت کی کمی ہے۔ مجالس دور دور ہیں۔ ہر جگہ بار بار جانا مشکل ہے تو والد محترم فرمانے لگے کہ آپ کے پاس گاڑی میں پٹرول ڈلوانے کیلئے پیسے ہیں؟ بھوک لگے تو کھانا کھانے کیلئے پیسے ہیں؟ تو خاکسار نے عرض کی کہ الحمد للہ سب کچھ ہے تو والد محترم بڑے غصہ سے فرمانے لگے تو پھر خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت سے نوازا ہے۔ جب میں نائب قائد علاقہ تھا تو میرے علاقہ کی 64 مجالس تھیں۔ تو میرے پاس نہ گاڑی تھی اور نہ پیسا تھا۔ میں جب بھی جماعتی دورہ پر جاتا تو میں اپنے ساتھ بھنے چنے اور گڑ ساتھ لے کے جاتا تھا کیونکہ کھانا کھانے کیلئے پیسے نہ تھے اور سفر کیلئے صرف سائیکل میسر تھا اگر وہ بھی پنکچر ہو جاتا تو اس کو پنکچر لگوانے کیلئے کوئی پیسہ نہ ہوتا تھا۔ جس پر خاکسار کو بہت شرمندگی ہوئی اور اپنا کام بہت آسان لگا۔ اس کے بعد اللہ کے فضل سے خاکسار کو بہتر رنگ میں جماعتی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

جب بھی خاکسار (میاں عطاء العلیم) کو جماعتی خدمات بڑھ چڑھ کے کرنے کا موقع ملتا تو ابا جان بہت خوش ہوتے اور خاکسار جب بھی جماعتی خدمت بجالانے کی حقیری سی کوشش کرتا تو ابا جان پھولے نہ سماتے۔ ان خدمات کی بناء پر ابا جان کی خاکسار سے قربت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ جو بھی ہم بہن بھائیوں میں سے جماعتی خدمت کرنے کی توفیق پاتا تو آپ انتہائی خوشی کا اظہار کرتے۔

والد محترم بیان کرتے ہیں کہ شاید 1980ء کی بات ہے۔ اس دور میں ایک دفعہ خدام الاحمدیہ کے دورہ پر پیلوونس گیا۔ گرمی کے دن تھے۔ ایک بس رات کو سرگودھا سے آتی تھی اور صبح کو واپس براستہ خوشاب سے سرگودھا جاتی تھی۔ صبح تک جماعتی کام مکمل نہ ہو سکا۔ بس چلی گئی۔ دوپہر ہونے کو آ گئی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہاں سے اڈہ 32 چک والا 9 میل کے فاصلہ پر ہے تو میں پیدل چل پڑا صحراء کی گرمی کڑاکے کی تھی۔ چشمہ جہلم لنک کینال تک آتے آتے بہت پیاس لگ گئی۔ نہر بھی بہت گہری تھی اور سنا تھا کہ 18 فٹ گہری ہے۔ ڈوبنے کے ڈر سے نیچے اتر کر پانی بھی نہ پی سکا۔ اس زمانہ میں صحراء میں درخت بھی نظر نہیں آتے تھے۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ تھا۔ نہر کا پل پار کر کے ایک بیری کے نیچے ستانے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ بے دھیانی میں کھڑا تھا کہ اچانک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا، نظر اٹھا کے دیکھا تو ایک بدلی (چھوٹا بادل) آ گئی۔ پیاس میں کمی بھی آ گئی۔ میں اس کے سایہ میں چل پڑا۔ راستہ تو ادھر ادھر ہو جاتا تھا مگر بدلی اپنی سیدھ میں چلتی رہی۔ چک 32 پہنچنے تک ساتھ دیا الحمد اللہ وہاں پہنچ کے پانی پیا۔ پانی پی کر دیکھا تو بدلی غائب۔

آپ ہمارے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے۔ آپ کی زندگی کے آخری 6 سال خاکسار (ایم این اے غالب) کو مع اہل وعیال آپ کی زیر شفقت رہنے کا خاص طور پر موقع نصیب ہوا ہے۔ 2019ء میں جرمنی گئے تو خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ خاکسار کو فرمانے لگے کہ آپ یہاں جرمنی میں اسائلم کرلو۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اگر آپ بھی یہاں ساتھ رہیں تو خاکسار اسائلم کرے گا ورنہ جہاں آپ رہیں گے خاکسار بھی آپ کے ساتھ رہے گا۔ خاکسار آپ کو بڑھاپے میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ چونکہ آپ کو جماعتی دورہ جات سے بہت محبت تھی اس لئے آپ مرکز ربوہ واپس آ گئے اور خاکسار بھی واپس آ گیا۔ خاکسار کے ساتھ آپ کی بہت یادیں وابستہ ہیں اور جماعتی دورہ جات کے بہت سے ایمان افروز واقعات ہیں جن کو یاد کر

کے خاکسار کا دل ایمان سے بھر جاتا ہے۔

والد محترم کو دورہ جات کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ آپ جب بیمار یا پریشان ہوتے تو اپنا مخصوص تھیلا لے کر جماعتی دورہ پر چلے جاتے اور کئی کئی روز واپس نہ آتے جب واپس آتے تو فرماتے کہ اللہ کے فضل سے جو میری بیماری یا پریشانی تھی اللہ تعالیٰ نے احسن رنگ میں حل کر دی ہے۔ آپ جب بھی دورہ جات سے واپس آتے تو مجھ (ایم این احمد غالب) کو فرماتے کہ میرے تھیلے میں سے ساری رقم نکالو اور رسید بک کی پڑتال کرو اور میزان دیکھو کہ برابر ہے تو اللہ کے فضل سے میزان بلکل برابر ہوتا۔ اور جماعتی چندہ فوراً دفتر خزانہ میں جمع کرواتے۔ کوئی بھی جماعتی رقم اپنے پاس نہ رکھتے۔

حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

"جو آدمی مہمان نوازی نہیں کرتا اس میں کوئی خوبی نہیں ہے" (مسند احمد) "جس گھر میں مہمان آتے جاتے رہتے ہیں اللہ اس گھر سے محبت کرتا ہے۔"

ہمارے اباجان میں مہمان نوازی کا بہت زیادہ جذبہ تھا۔ اللہ کے فضل سے ہمارے گھر مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اباجان مہمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ جتنے بھی زیادہ دوست احباب گھر آجاتے تو کبھی بھی چہرہ پر ملال نہ آتا، ان کو خوشی سے خوش آمدید کہتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ان کی خاطر تواضع کرتے۔ ان کے آرام کا خیال رکھتے جسے جو پسند ہوتا وہی چیز مہیا کرتے۔ بلکہ جماعتی مہمان جو کسی بھی کام کے سلسلہ میں مرکز آتے ان کو اپنے گھر لے آتے۔ اور ان کی خوب خاطر تواضع کرتے۔ جماعت کے کاموں کیلئے آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ احباب جماعت سے ذاتی تعلق بناتے ان کی غمی خوشی میں شامل ہوتے اور جماعتی کام کے علاوہ بھی ان احباب سے مسلسل رابطہ میں رہتے۔

ہمارے والد صاحب انتہائی ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ کے فضل سے جماعتی مطالعہ کتب کی وجہ سے رات گئے تک محفل لگائے رکھتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کے ایسے ایسے پر معارف واقعات بیان کرتے کہ سن کر حیرت ہوتی کیونکہ خود صرف جماعت ششم تک پڑھے ہوئے تھے۔ کم تعلیم ہونے کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ادوار کے واقعات ازبر یاد تھے۔ اور ہمیشہ مطالعہ کرتے رہتے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں پیدائشی احمدی نہیں ہوں میں نے خود مطالعہ کر کے احمدیت قبول کی ہے اس لیے مجھے بہت زیادہ کتب پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔

آپ تہجد گزار اور رقت قلب سے عبادت بجالانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے والے وجود تھے۔، طبیعت میں بہت انکسار تھا۔ تواضع اور فروتنی پائی جاتی تھی۔ آپ اپنے تئیں ہمیشہ غریب اور مسکین ہی شمار کرتے۔ ساری زندگی درویشوں کی طرح گزاری۔ کھانے میں تکلف نہیں تھا جو کچھ جس وقت ملا کھا لیا کبھی نہ بھی ملا تو صبر وشکر کے ساتھ رات بسر کر لی۔ اور ہر وقت آخرت کی فکر میں رہتے۔ آپ اپنے پیارے آقا و مولا حضرت مسیح موعود علیہ سلام اور آپ کے خاندان سے عاشق صادق کی طرح محبت رکھتے تھے۔ آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کا وصیت نمبر 19688 تھا۔ آپ کی تدفین حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی از راہ شفقت سے بہشتی مقبرہ دارالفضل قطع نمبر 13 میں ہوئی۔ یہ سعادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی سے ملی۔ اپنی اولاد سے بہت پیار کرتے تھے ہم سب بہن بھائیوں سے بہت محبت سے پیش آتے۔

والد محترم نے 1962ء میں بیعت کی سعادت کے بعد اللہ کے فضل سے جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1964ء میں مقامی عاملہ میں شمولیت، 1968ء میں قائد مقامی، 1968ء تا 1974ء سیکرٹری مال مقامی، 1974ء میں خدام کی ضلعی عاملہ میں بطور نگران حلقہ شاخ جنوبی ضلع سرگودھا، 1974ء کے ہنگاموں کے دوران اپنی خدمات مرکز میں پیش کیں، نگران حلقہ، نائب قائد ضلع، 1987ء میں نائب ناظم انصار اللہ، ناظم مال ضلع نائب ناظم عمومی، خاص طور پر اباجان کو لمبا عرصہ بطور نمائندہ لجنہ اماء اللہ اور اسی طرح کئی شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ 1993ء میں مکرم حضرت مرزا عبدالحق صاحب امیر ضلع سرگودھا کی عاملہ میں سیکرٹری مال، 1995ء سیکرٹری تحریک جدید، 1996ء سیکرٹری وقف جدید، 2006ء سیکرٹری وصیت۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے 2008ء تک مسلسل ان عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ 2008ء میں ربوہ منتقل ہو گئے ربوہ میں سیکرٹری مال محلہ دارالانوار ربوہ، سیکرٹری امور عامہ محلہ دارالانوار ربوہ، بطور نمائندہ مال ضلع خوشاب، نمائندہ وقف جدید ضلع خوشاب وفات تک خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد اللہ۔

آپ نے پسماندگان میں 5 بیٹے، 3 بیٹیاں، پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں اللہ کے فضل سے سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم میاں بشیر احمد صاحب حال بیلجیئم کو اللہ کے فضل سے مختلف دینی خدمات کا موقع ملا آپ لوکل قائد، ریجنل قائد، نائب صدر خدام الاحمدیہ بیلجیئم رہے ہیں اب آپ بطور لوکل زعیم انصار اللہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے دوسرے بیٹے مکرم مبشر احمد ظہیر صاحب حال جرمنی اللہ کے فضل سے لوکل قائد، ریجنل قائد اور اب آپ بطور صدر جماعت فرن ہائم جرمنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے تیسرے بیٹے مکرم میاں عطاء الہادی حال بوسٹن امریکہ ربوہ میں منتظم اطفال محلہ اور اب لوکل سیکرٹری ضیافت جماعت بوسٹن امریکہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے چوتھے بیٹے مکرم میاں عطاء العلیم حال لیور پول انگلستان لوکل قائد لیور پول، ریجنل قائد نارتھ ویسٹ اور جلسہ سالانہ انگلستان کے دوران بطور ناظم متعدد بار خدمت کی توفیق ملی اور اب خاکسار کو نائب ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ نارتھ ویسٹ، لیور پول کی مسجد کا بطور مسجد منیجر اور سیکرٹری تعلیم لیور پول جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ آپ کے پانچویں بیٹے مکرم ایم این احمد غالب کو منتظم اطفال، سیکرٹری اصلاح وارشاد، زعیم خدام الاحمدیہ محلہ، سیکرٹری مال اور سیکرٹری وصایا خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کی بڑی بیٹی مکرمہ فرح طلعت طیب صاحبہ اللہ کے فضل سے قاریہ ہیں اور کئی سالوں سے الحافظون میں بطور استانی خدمت سرانجام دے رہی ہیں۔ لوکل، ریجنل لجنہ اماء اللہ میں خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ آپ کی دوسری بیٹی بشریٰ بختیار خان صاحبہ کو اللہ کے فضل سے لوکل، ریجنل لجنہ اماء اللہ میں خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے معروف شاعرہ اور کالم نگار ہیں اور آپ کے تین شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی تیسری بیٹی طیبہ مریم چاند کو اللہ کے فضل سے لوکل عاملہ میں خدمت دین کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ طیبہ مریم چاند کے خاوند مکرم شبیر چاند صاحب مربی سلسلہ ہیں اور انڈیا میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ابو جان کے 15 پوتے، پوتیاں، نواسے اور نواسیاں بابرکت تحریک وقف نو میں شامل ہیں۔ آپ کے پوتے عزیزم سفیر احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں اور PS آفس میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے بڑے نواسے عزیزم عدیل احمد طیب صاحب اسی سال جامعہ انگلستان سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں اور اسلام آباد ٹلفورڈ میں ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں آپ کے دوسرے نواسے عزیزم شاہ زیب طیب صاحب جامعہ انگلستان میں چھٹے سال کے طالب علم ہیں آپ کے تیسرے نواسے عزیزم فرید احمد خان صاحب جامعہ انگلستان میں پہلے سال کے طالب علم ہیں۔ الحمد اللہ

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 09 اپریل 2021 کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے والد محترم کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور ان تاریخی الفاظ میں والد صاحب کا ذکر خیر فرمایا۔

"اگلا جنازہ میاں منظور احمد غالب صاحب ابن میاں شیر محمد صاحب آف دودہ ضلع سرگودھا کا ہے۔ آپ 7 فروری کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے بڑے بھائی کو 1955ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی تھی۔ پھر بڑے بھائی کے ساتھ یہ ربوہ جاتے رہے اور وہاں انہوں نے بیعت کر لی۔ ان کے بیٹے بشیر احمد صاحب بیلجیئم کہتے ہیں کہ آپ خلافت کے فدائی عاشق تھے اور خلافت کی اطاعت میں کوئی توجیہ نہیں کرتے تھے بلکہ من وعن عمل کرنا سمجھتے تھے اور میں ذاتی طور پر ان کا واقف تھا اور یہ یقیناً بہت اخلاص و وفا سے جماعت کی خدمت کرنے والے بھی اور خلافت کی اطاعت کرنے والے تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے خادم دین مہمان نواز انتہائی درویش طبع غریب پرور ملنسار نہایت شفیق اور ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ کے فضل سے ان کو خدام الاحمدیہ ضلع میں بھی پھر انصار اللہ ضلع پھر جماعت میں ضلع کی سطح پر سیکرٹری مال سیکرٹری وقف جدید سیکرٹری تحریک جدید کی خدمت کی توفیق ملی سرگودھا میں اور بڑے احسن رنگ میں انہوں نے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے ایک پوتے مربی سلسلہ ہیں یہاں سفیر احمد آجکل پی۔ ایس میں کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔"

ہمارے والد مکرم ومحترم میاں منظور احمد غالب صاحب مورخہ 7 فروری 2021 بعمر 76 برس اس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے، خادمِ دین، مہمان نواز، انتہائی درویش طبع، غریب پرور، ملنسار، نہایت شفیق اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

توجہ رہے کہ اُن سے اُمیدیں رکھیں) حتّٰی کے دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔صرف خدا تعالیٰ کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا اور اس کا نام شرک ہے۔ کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چائے یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے۔ ایسا انسان جس دن اُس میں فرق آتا دیکھے گا اُسی دن قطع تعلق کر دے گا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں اُن کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرے میں ہے۔جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا‘‘۔ (یعنی اپنی ذاتی خواہشات کو کوئی نقصان پہنچا، نہ پوری ہوئیں) ’’اُسی دن ایمان میں فرق آ جائے گا۔ اس لئے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا‘‘۔ (خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ یہ ہو گا تو تب میں عبادت کروں گا)۔

(ملفوظات جلدنمبر 7 صفحہ 132-131۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1904ء کے اگست میں لاہور کی ہی ایک مجلس ہے۔ یہاں آپ فرماتے ہیں کہ: ’’بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ اُن کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اُس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اُس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ اُس وقت حاصل ہو گا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو‘‘ (گناہ سے بچنے کے لئے دعا کرو، ساتھ تدبیر بھی کرو۔) ’’اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے، اُن کو ترک کرو‘‘۔ (یہ نوجوانوں کے لئے خاص طور پر بڑا ضروری ہے کہ تمام محفلیں، مجلسیں، دنیاوی لغویات جن سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے، اُن کو ترک کریں)۔ ’’اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔ اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں، جبتک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہیں ہو گی۔ نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شئی ہے جس سے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفسِ امّارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سَمّ قاتل ہے، اسی طرح نفسِ امارہ بھی سَمّ قاتل ہوتا ہے۔ اور جس نے اُسے پیدا کیا اُسی کے پاس اُس کا علاج ہے۔‘‘ (یعنی خدا تعالیٰ نے بنایا ہے تو جتنے گناہ ہیں، جو نقصان دہ چیزیں ہیں، اِن کا علاج بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو لیکن خالص ہو کر، خود کوشش کرتے ہوئے)۔

(ملفوظات جلدنمبر 7 صفحہ 123۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1904ء میں ایک مجلس میں جہاں نئے بیعت کرنے والے شامل تھے آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’دعا کے لئے انسان کو اپنے خیال اور دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ آیا اُس کا میلان دنیا کی طرف ہے یا دین کی طرف؟ یعنی کثرت سے وہ دعائیں دنیاوی آسائش کے لئے ہیں یا دین کی خدمت کے لئے؟۔‘‘ (یہ بڑی نوٹ کرنے والی چیز ہے۔ یہ دیکھو تمہارا میلان کس طرف ہے۔ دنیا کی طرف یا دین کی طرف؟ اور اس کا معیار کیا بنایا۔ فرمایا کہ یہ دیکھو تم جو دعائیں کرتے ہو اُن میں زیادہ تر دعائیں تمہاری دنیاوی آسائشوں کے لئے ہیں، دنیاوی ضروریات کے لئے ہیں یا دین کے لئے ہیں، یا دین کی خدمت کے لئے)۔ ’’پس اگر معلوم ہو کہ اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اُسے دنیاوی افکار ہی لاحق ہیں اور دین مقصود نہیں تو اُسے اپنی حالت پر رونا چاہئے‘‘۔ (اگر صرف دنیاوی فکریں ہی ہیں اور دین اس کا مقصد نہیں ہے تو فرمایا کہ اُسے اپنی حالت پر رونا چاہئے)۔ ’’بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ کمر باندھ کر حصولِ دنیا کے لئے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں۔ دعائیں بھی مانگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طرح طرح کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ بعض مجنون ہو جاتے ہیں۔، لیکن سب کچھ دین کے لئے ہو تو خدا تعالیٰ اُن کو کبھی ضائع نہ کرے۔ قول اور عمل کی مثال دانہ کی ہے۔ اگر کسی کو ایک دانہ دیا جاوے اور وہ اُسے لے جا کر رکھ چھوڑے اور استعمال نہ کرے تو آخر اُسے پڑے پڑے گُھن لگ جاوے گا۔ ایسے ہی اگر قول ہو اور اُس پر عمل نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ قول بھی نہ رہے گا۔ اس لئے اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے‘‘۔ (یعنی اعمال کی طرف بڑھنے کی کوشش کرو۔ ایک دانے کو اُگاؤ گے تو اس میں سے پودا پھوٹ پڑے گا۔ رکھ دو گے تو گُھن لگ جائے گا)۔

(ملفوظات جلدنمبر 7 صفحہ 117۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر جنوری 1908ء کی ایک مجلس میں گفتگو فرماتے ہوئے کہ حقیقی دعا کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ’’دعا دو قسم (کی) ہے۔ ایک تو معمولی طور سے، دوم وہ جب انسان اُسے انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی دعا حقیقی معنوں میں دعا کہلاتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ کسی مشکل پڑنے کے بغیر بھی دعا کرتا رہے‘‘۔ (یہ ضروری نہیں ہے کہ جب مشکلات آئیں تبھی دعائیں کرنی ہیں بلکہ عام حالات میں بھی دعا کرتا رہے) ’’کیونکہ اسے کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ کے کیا ارادے ہیں؟ اور کل کیا ہونے والا ہے؟ پس پہلے سے دعا کرو تا بچائے جاؤ۔ بعض وقت بلا اس طور پر آتی ہے کہ انسان دعا کی مہلت ہی نہیں پاتا۔ پس پہلے اگر دعا کر رکھی ہو تو اُس آڑے وقت میں کام آتی ہے‘‘۔ (یہ ہے دعا کی اہمیت)۔

(ملفوظات جلدنمبر 10 صفحہ 123 122-۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

(خطبہ جمعہ 20/ مئی 2011ء)

طلوع وغروب آفتاب

15 مئی 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:18	18:52
مدینہ منورہ	04:11	18:58
قادیان	03:58	19:18
ربوہ	03:39	18:58
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:43	20:47